جناب ڈاکٹر سعید اللہ قاضی
ایسوسیئٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات
پشاور یونیورسٹی

امام ابو عیسیٰ الترمذی

امام ترمذیؒ کا نام محمد، والد کا نام عیسیٰ۔ دادا کا نام سورہ اور کنیت ابو عیسیٰ تھی[۱]۔ آپ قبیلہ بنو سُلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ کچھ یوں ذکر کیا گیا ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی الضریر البوغی الترمذی۔

آپ ۲۰۹ھ میں مشہور شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۷۹ھ میں بوغ نامی گاؤں جو ترمذ سے چھ فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے فوت ہوئے اور یہیں پر آپ کا مزار ہے[۲]۔

ابتدائی تعلیم آپ نے کہاں حاصل کی؟ اس کے بارے میں پوری تفصیل ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اس وقت خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ علوم و فنون کا مشہور مرکز تھا اور امام بخاری جیسے جلیل المرتبت بزرگ یہاں پر درس حدیث دے رہے تھے۔ ظاہر ہے دور دراز علاقوں سے لوگ آکر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے۔ اس لیے اغلب رائے یہ ہے کہ امام ترمذی نے بھی یہاں ابتدائی تعلیم حاصل کی ہوگی[۳]۔

تحصیل علم کے لیے امام ترمذی نے دور دراز علاقوں کے سفر کیے۔ شریعت اسلامی میں قرآن مجید کے بعد چونکہ حدیث دوسرا مستند مآخذ قانون سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے ابتدائی چند صدیوں میں اس کی حفاظت و اشاعت کا بہت بڑا اہتمام کیا گیا۔ اس وقت حدیث کے متعلق مختلف علوم و فنون منظر عام پر آئے۔ خراسان۔ ماوراء النہر۔ شام عراق۔ حجاز۔ مصر اور مراکش میں حدیث کے بڑے بڑے مرکز قائم ہوگئے۔ اور حجاز جو کہ وحی کا مرکز تھا کے بعد عراق۔ بخارا اور خراسان کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئی اور اس علاقے نے بڑے بڑے علماء اور محدثین کو جنم دیا چنانچہ امام ترمذی نے بخارا اور ماوراء النہر کے علاوہ عالم اسلام کے ان علمی مرکزوں کا سفر کیا۔ ابن حجر عسقلانی رقم طراز ہیں:۔

طاف البلاد وسمع خلقاً من الخراسانیین والعراقیین والحجاز۔ امام ترمذی نے کئی شہروں

کا سفر کیا۔ خراسان، عراق اور حجاز کے علماء اور فضلاء سے علم حدیث کی سماعت کی۔[5]

آپ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے لیکن ان میں زیادہ مشہور امام بخاری۔ امام مسلم اور ابو داؤد طیالسی ہیں ان کے علاوہ امام بخاری اور امام مسلم کے اساتذہ سے بھی علم حدیث میں استفادہ کیا۔ سمعانی نے اپنی کتاب "الانساب" اور حافظ الذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں ان کا تذکرہ کیا ہے[6]

بعض دوسرے اساتذہ کے نام یہ ہیں:۔

علی بن حجر مروزی متوفی ۲۴۰ھ۔ ہناد بن سری متوفی ۲۴۳ھ۔ ابوبکر محمد بن بشار متوفی ۲۵۲ھ۔ عبداللہ بن عبدالرحمان الدارمی متوفی ۲۵۵ھ۔ قتیبہ بن سعید بلخی بغلانی متوفی ۲۴۰ھ۔ ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری متوفی ۲۴۲ھ۔ ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمان ہروی۔ ابو محمد اسمٰعیل بن موسیٰ فزاری محدث کوفہ متوفی ۲۴۵ھ اور ابوبکر محمد بن عبدالملک محدث بغداد متوفی ۲۵۸ھ[8]

امام ترمذی کا حافظہ بہت قوی تھا۔ ایک واقعہ جس کا ذکر تمام تراجم نویسوں نے اپنی اپنی تراجم کی کتابوں میں کیا ہے یہ ہے کہ امام ترمذی نے امام بخاری سے ایک جزو کے برابر احادیث لکھ ڈالیں۔ ایک عرصہ کے بعد استاد سے ملاقات ہوئی چنانچہ انہوں نے اپنے استاد سے دوبارہ ان احادیث کے سننے کی درخواست کی۔ شیخ نے احادیث سنائیں۔ اتفاقاً ترمذی اپنا قلم بند نسخہ اپنی قیام گاہ پر چھوڑ آئے تھے۔ نتیجۃً انہوں نے اپنے سامنے سفید کاغذ رکھے۔ استاد سنا رہے تھے اور امام ترمذی ہاں ہاں کہہ رہے تھے دفعتہً استاد کو شبہ گذرا کہ انہوں نے تو اپنے سامنے بیاض رکھی ہے شیخ کو یہ بات ناگوار گذری۔ امام ترمذی نے ان کی غلط فہمی دور کردی اور فرمایا کہ انہیں یہ ساری احادیث زبانی یاد ہیں۔ اور ساری کی ساری احادیث سنا دیں شیخ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ ساری احادیث ان کے آنے سے قبل یاد کی تھیں آپ نے جواب دیا نہیں۔ ابھی یاد کی ہیں۔ اور اگر شک ہو تو اس وقت اور احادیث سنا کر امتحان لے لیجیے شیخ نے بطور امتحان چالیس احادیث سنائیں جن کو امام ترمذی نے ایک بار سن کر یاد کر لیں[9]

امام ترمذی ایک جلیل القدر محدث تھے۔ ابن حجر اور الذہبی جیسے ماہرین علم حدیث نے ان کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مات البخاری ولم یخلف بخراسان مثل ابی عیسٰی فی العلم و الورع

یعنی امام بخاری فوت ہوئے اور اپنے بعد خراسان میں ابو عیسٰی جیسے علم و تقویٰ والا خلف الرشید نہیں چھوڑا[10] آپ کے کمال علم کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپ کے استاد امام بخاری نے آپ سے ایک حدیث روایت کی ہے[11]

امام ترمذی کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے نہ صرف خراسان اور ترکستان شاگرد

سے بلکہ پورے عالم اسلام سے تشنگانِ علم آپ سے استفادہ کرنے آتے تھے[۱۲]

امام ترمذی حدیث کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ اپنی جامع میں ابواب التفسیر میں مختلف قرآنی آیات انہوں نے جو احادیث اور آثار جمع کی ہیں۔ ان سے تفسیر میں آپ کے تبحرِ علمی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

آپ بہت بڑے فقیہہ تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی صرف مجموعہ احادیث نہیں ہے بلکہ فقہی اجتہاد کا رنگ بھی اس میں نمایاں ہے۔ امام ترمذی نے ائمہ کے مختلف فقہی مذاہب۔ ان کے فتوے اور دلائل اس میں جمع کئے ہیں۔ گویا کہ فقہی اجتہاد اس کی نمایاں صفت ہے۔ پھر امام ترمذی کا کمال یہ ہے کہ وہ ان مذاہب پر تنقید بھی کرتے ہیں۔[۱۳]

امام ترمذی بڑے نیک اور زاہد قسم کے انسان تھے۔ کہتے ہیں کہ خوفِ خدا ان پر اتنا غالب تھا کہ رو رو کر نابینا ہو گئے تھے[۱۴]

آپ کسی کے مقلد محض نہیں تھے بلکہ خود مجتہد تھے۔ اگرچہ بعض مسائل میں آپ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ ان کے مقلد تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض مسائل میں انہوں نے ان کی مخالفت بھی کی ہے۔ وہ عام طور پر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کبھی وہ کسی کے مذہب کے موافق پڑتا کبھی کسی کے۔ اس لئے کسی کی تائید سے ان کو اس کا مقلد گرداننا بے انصافی ہے[۱۵]

تصانیف: امام ترمذی سے پہلے بہت سی احادیث کی کتابیں متداول ہو چکی تھیں۔ ان میں صحیح بخاری۔ صحیح مسلم اور موطا امام مالک اصح الکتب سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن امام ترمذی نے جو کتاب جامع / سنن ترمذی کے نام سے تصنیف کی۔ اس کی نوعیت کچھ اور تھی۔ آپ کی جامع کس پائے کی کتاب تھی؟ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صحاح ستہ میں اسے شامل ہونے کا شرف حاصل ہے اور ترتیب کے لحاظ سے اس کو بخاری اور مسلم کے بعد رکھا گیا ہے[۱۶]

کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کا انحصار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ حدیث کے راوی کس قسم کے لوگ تھے۔ اور کسی حدیث کی روایت کتنے راویوں نے کی ہے گویا کہ راویوں کی ثقاہت و عدالت اور ان کی تعداد کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کی بنیاد تصور ہوتی ہے۔

راوی کا مسلمان ہونا۔ سچا ہونا۔ صاحب فہم و فراست ہونا۔ عادل ہونا۔ ضابط ہونا۔ صحیح ذہن اور عقیدے کا مالک ہونا وغیرہ ایسی شرائط ہیں جو تمام علما کے ہاں مسلم ہیں۔ مگر ان شرائط میں کمی زیادتی پھر رواۃ کو مختلف درجوں میں تقسیم کرتی ہے۔ کوئی اس حدیث کو زیادہ مستند سمجھتا ہے جس کے راویوں میں مذکورہ شرائط بدرجہ اتم موجود ہوں۔ اور کوئی اس حدیث کو جس کے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ گویا کہ حدیث کی صحت اور عدم صحت کے بارے

میں محدثین کا طرزِ فکر یکساں نہیں ہے۔ اس غیر یکساں طرزِ فکر نے احادیث کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ امام ترمذی اس متداول طریقے سے ہٹے ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو لیا ہے جس پر کسی محدث یا امام نے عمل کیا ہو یعنی معمول بہا ہو۔ خواہ راوی اور سند کے لحاظ سے اس کی حیثیت کچھ کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ چوتھے طبقے تک کے راویوں کی روایتیں قبول کرتے ہیں۔ وہ جو حدیث بھی لیتے ہیں اس کی پوری تفصیل بھی دے دیتے ہیں اور پڑھنے والے کو اس کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں پورا علم ہو جاتا ہے[17]۔ گویا کہ جامع ترمذی کی۔

ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام حدیث کسی امام یا محدث یا فقیہ کے معمول بہا ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کی ہر حدیث کسی نہ کسی امام، محدث اور فقیہ کے ہاں قابلِ عمل ہے[18]۔

اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں روایات کی تکرار نہ ہونے کے برابر ہے۔ ساتھ ساتھ متعلقہ مسئلے کے بارے میں دوسری روایات کا حوالہ بھی دے دیتے ہیں۔ اور روایت کے متن میں کمی یا بیشی کا اظہار بھی کر دیتے ہیں[19]۔

جامع ترمذی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ روایت یا سند میں جو عیب یا ہنر ہوتا ہے۔ امام ترمذی اس کی نشان دہی کر جاتے ہیں۔ مثلاً یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے، ضعیف ہے، مرفوع ہے اور مرسل ہے وغیرہ۔ یا فلاں حدیث کی سند قوی نہیں۔ فلاں راوی قابلِ اعتبار نہیں ہے وغیرہ۔

جامع ترمذی کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ فقہی حدیثوں میں وہ فقہا کے مذاہب ان کے فتوے اور ان کے دلائل اور اختلافات دے دیتے ہیں اور ان پر تنقید بھی کرتے ہیں[20] اور

اس کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رواۃ کے ناموں۔ القاب اور کنیتوں کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ راوی کے بارے میں شکوک و شبہات باقی نہیں رہتے[21]۔

جامع ترمذی کی ان خصوصیات نے اس کو اتنا مقبول بنایا کہ صاحب "حطہ" نواب صدیق حسن خان نے اس کے بارے میں لکھا ہے "لم یؤلف مثله فی هذا الباب" اس باب میں اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی[22]۔

امام ترمذی پر بعض حضرات نے تنقید بھی کی ہے۔ مثلاً ابن حزم نے اس کو "مجہول" لکھا ہے۔ لیکن اس کے بیان کو محدثین نے رد کر دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ امام ترمذی سے ابن حزم ناواقف ہیں۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔ حافظ العلم ابو عیسیٰ ترمذی کی ثقاہت متفق علیہ ہے اور ان کے بارے میں ابن حزم کا یہ قول کہ وہ مجہول ہے ناقابلِ توجہ ہے۔ درحقیقت ابن حزم ان سے اور ان کی کتابوں جامع اور علل سے واقف ہی نہ تھے[23]۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔ ابو محمد بن حزم نے ترمذی کو "مجہول" لکھ کر اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے تو وہ غالباً ترمذی سے واقف ہی نہ تھے اور نہ ان کو ان کے حفظ اور تصانیف کی خبر تھی[24]۔

اس کے علاوہ ابن جوزی نے ترمذی کی ۲۳ روایتوں کو موضوعی شمار کیا ہے۔ لیکن محدثین اس کے ماننے کے

لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ ابن جوزی کو متشدد مانتے ہیں۔ گویا کہ ابن جوزی موضوع کہنے میں متشدد واقع ہوئے تھے کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی صحیح مسلم کی بعض روایات کو بھی موضوع کہہ ڈالا ہے۔ چنانچہ ترمذی پہ اس کا اعتراض بے بنیاد ہے [25]

ایک اور اعتراض جو ترمذی پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہی حدیث کو حدیث صحیح، حدیث حسن، حدیث غریب، حدیث صحیح غریب وغیرہ کہہ دیا ہے۔ یہ اعتراض بھی بے جا ہے۔ اس لئے کہ احادیث کے صحیح، حسن یا غریب ہونے میں محدثین کی رائے مختلف ہیں۔ ان کے بارے میں ان کا معیار بھی ایک نہیں ہے۔ اس لئے یہ ترمذی کی کوتاہی نہیں بلکہ کمال ہے۔ کہ انہوں نے ایک حدیث کی پوری تفصیل دی۔ کہ اس کو کسی نے اپنے معیار کے مطابق حسن قرار دیا ہے کسی نے صحیح اور کسی نے غریب [26]

ترمذی کی اہمیت کے پیش نظر بعض لوگوں نے اس پر شرح بھی لکھ ڈالے جن میں سے ابن العربی متوفی ۵۴۶ھ کی شرح عارضۃ الاحوذی، سید الناس متوفی ۷۳۴ھ کی شرح، زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ کی شرح، جلال الدین سیوطی کی شرح، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی شرح "اللباب فی مایقول الترمذی فی الباب" وغیرہ [27] جامع ترمذی کی تلخیص بہت سارے لوگوں نے کی ہے۔ [28]

<u>شمائل ترمذی</u> آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی تو بہت سے لوگوں نے مدون کیے۔ اور ان کی اہمیت کسی پہ بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ، اعمال، طور طریقے الغرض آپ کی پوری زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام ترمذی پہلے شخص ہیں جس کو اس موضوع پر قلم اٹھانے کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ، لباس، عادات وخصائل رفتار وگفتار، نشست وبرخاست، معمولات وغیرہ کے متعلق جتنی بھی احادیث امام ترمذی کو دستیاب ہوسکیں۔ انہوں نے ان کو شمائل میں جمع کیا۔ گویا کہ شمائل میں اخلاق نبوی کا مکمل خاکہ موجود ہے [29]

<u>کتاب العلل</u> یہ احادیث کی صحت اور ان اسقام کی جانچ کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ گویا کہ ترمذی نے اس کتاب میں احادیث کے وہ عیوب معلوم کرنے کے طریقے بیان کئے ہیں۔ جو بظاہر کسی کو نظر نہیں آتے۔ لیکن صرف اہل فن ان کو سمجھ سکتے ہیں۔

حوالے

١۔ ترمذی نسبت کی تین شخصیتیں مشہور ہیں۔ ایک ابو عبد اللہ، محمد بن علی بن حسین المشہور الحکیم متوفی ۲۸۵ھ۔ دوسرا سید برہان الدین صوفی ترمذی جو سید حسین ترمذی یا برہان الدین محقق کے نام سے بھی مشہور ہیں اور تیسرے سید علی ترمذی المعروف پیر بابا جو ۹۰۰ھ کو پیدا ہوئے ہیں۔

اسی طرح علماء کے نزدیک لفظ ترمذی کے مختلف تلفظات ہیں لیکن ان میں متفق علیہ ترمذی (بکسر التاء و سکون الراء وکسر المیم والذال) ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ ترمذی / ترمذ

۲۔ سَوْرَہ (بفتح السین وسکون الواو وفتح الراء) کے معنی قاموس میں حدت کو کہتے ہیں۔ حدت کے معنی تیزی ہے شراب میں جو تیزی ہوتی ہے اس کو سَوْرَہ کہتے ہیں۔

۳۔ ابو عیسیٰ کی کنیت مختلف احادیث میں ممنوع قرار دے دی گئی ہے اب امام ترمذی نے اسے کیوں اختیار کیا تو علماء کا بیان ہے کہ ابتدا میں اس کی ممانعت تھی۔ بعد میں یہ ممانعت ختم ہو گئی۔

۴۔ ترمذ اس پرانے شہر کو کہتے ہیں جو دریائے اموہ، جو جیحون اور نہر بلخ کے نام سے بھی مشہور ہے، کے کنارے واقع ہے۔ دیکھئے بستان المحدثین۔

سمعانی نے یہ حالات لفظ "بوغ" کے تحت دیئے ہیں۔ اس نے تاریخ وفات ۲۷۵ھ دی ہے جو درست معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اکثر تراجم نویسوں نے تاریخ وفات ۲۷۹ھ دی ہے۔

۵۔ مولوی ضیاء الدین: تذکرۃ المحدثین اعظم گڈھ ۱۹۶۸ء ۱۴۱ ف ف

۶۔ بستان المحدثین ترمذی۔ ۷۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ۸۔ تذکرۃ المحدثین والحطۃ فی ذکر صحاح الستہ، نواب صدیق حسن خان۔ ۹۔ ایضاً۔ ۱۰۔ بستان المحدثین۔ الحطہ میں یہی عبارت حاکم کی طرف منسوب ہے۔ ۱۱۔ ایضاً ۱۲۔ تذکرۃ المحدثین۔ ۱۳۔ ایضاً۔ ۱۴۔ الحطہ۔ ایک روایت کے مطابق وہ پیدائشی نابینا تھے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ۱۵۔ تذکرۃ المحدثین۔ ۱۶۔ ایضاً۔ علم حدیث کے ماہرین نے کتب حدیث کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

جزو۔ یا مفرد۔ اس مجموعہ احادیث کو کہتے ہیں جس میں فقط ایک شخص کی روایات جمع ہوں۔

مسند۔ جس میں احادیث کو الگ الگ صحابہ کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہو۔

معجم۔ جس میں احادیث شیوخ کے اعتبار سے مرتب ہوں۔

سنن۔ جس میں صرف احکام کی احادیث جمع ہوں ان کی ترتیب فقہی ابواب میں ہوتی ہے۔

جامع۔ جس میں سب نوع کی احادیث جمع ہوں یا جس میں آٹھ قسم کے مضامین جمع ہوں۔ سیر۔ آداب۔ تفسیر۔ عقائد۔ فتن۔ احکام اور مناقب وغیرہ۔

مستدرک۔ جس میں کسی دوسری کتاب کی شروط کے موافق احادیث جمع ہوں گویا یہ اس کتاب کا تتمہ ہوتی ہے۔

مستخرج۔ جس میں کسی دوسرے مجموعہ کی احادیث علیحدہ اسناد کے ساتھ پہلے مجموعے کے مؤلف کے واسطے کے بغیر روایت کر دیا جائے۔ جیسے صحیح اسمٰعیلی صحیح بخاری پر اور صحیح ابو عوانہ صحیح مسلم پر مستخرج ہیں۔

رسالہ ۔ جس میں کسی خاص موضوع کی احادیث جمع ہوں ۔
اربعین ۔ چالیس احادیث کے مجموعے کو کہتے ہیں ۔
۱۷ ۔ تذکرۃ المحدثین ۔ ۱۸ ، ۱۹ ۔ ایضاً ۔ ۲۰ ۔ ایضاً ۔ دبستان المحدثین ۔ ۲۱ ۔ مقدمہ لسنن الترمذی و تذکرۃ المحدثین ۔ ۲۲ ۔ الحطہ ۔ ۲۳ ۔ تذکرۃ المحدثین ۔ ۲۴ ۔ ۲۵ ۔ ایضاً ۔ ۲۶ ۔ ایضاً ۔ علمائے احادیث نے کئی درجوں میں تقسیم کیا ہے ۔ تفصیل درج ذیل ہے ۔

صحیح ۔ وہ حدیث جس کی سند راوی سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو ۔ کوئی راوی نہ چھوٹا ہو ۔ اور اس کے سب راوی حافظے کے مضبوط ، عادل اور متقی ہوں ۔
حسن ۔ جس کے راویوں میں کسی پر جھوٹ کی تہمت نہ ہو ۔ یہ صحیح کے مقابلہ میں کم درجہ رکھتی ہے ۔
مرفوع ۔ جو خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل یا تقریر ہو ۔
متصل ۔ جس کی سند برابر ملی ہوئی ہو ۔ کوئی راوی نہ چھوٹا ہو ۔ یعنی کسی بھی طبقے میں راوی تین سے کم نہ ہوں ۔
مسند ۔ جس کے راویوں کے نام مذکور ہوں ۔
مشہور ۔ جس کی روایت ہر زمانہ میں بہت سے راویوں نے کی ہو ۔ یعنی کسی بھی طبقے میں راوی تین سے کم نہ ہوں ۔
ضعیف ۔ جس کے راویوں میں کوئی جھوٹ فسق یا کسی اور طریقے سے مطعون نہ ہو ۔
موقوف ۔ جو کسی صحابی سے روایت کی گئی ہو ۔
مرسل ۔ جو تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور صحابی کا ذکر نہ کرے ۔
منقطع ۔ جس کی سند برابر ملی ہوئی نہ ہو ۔ کسی جگہ کوئی راوی چھوٹ گیا ہو ۔
مفصل ۔ جس کی سند میں سے دو یا زیادہ راوی چھوٹ گئے ہوں ۔
غریب ۔ جس کی روایت میں کسی ایک جگہ راوی صرف ایک ہو ۔ اگر ہر زمانہ میں اکیلا ہو گا تو وہ فرد کہلائے گی ۔
عزیز ۔ اگر ہر جگہ یا کسی ایک راوی دو رہ جائیں تو اس کو عزیز کہتے ہیں ۔
متواتر ۔ جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنی کثرت سے ہوں کہ ان کے جھوٹ پر عمداً یا اتفاقاً یا عادۃً متفق ہونا محال ہو ۔
منکر یا شاذ ۔ جس کو کوئی راوی اپنے سے معتبر و ثقہ راوی کے خلاف بیان کرے ۔
معلق ۔ جس کے اسناد کے شروع میں ایک یا زیادہ راوی چھوٹ جائیں ۔
مدلس ۔ جس کو راوی اپنے ہم عصر راوی سے بیان کرے مگر اس سے سنی نہ ہو لیکن طریقہ بیان ایسا ہو گویا اس نے اس سے سنی ہے
معلل ۔ جو بظاہر تو عیوب سے پاک ہو مگر اس میں طعن کے پوشیدہ اسباب پائے جاتے ہوں جن کو صرف اہل فن ہی جانتے ہوں ۔

مدرج: جس میں راوی کا کلام اس طرح درج ہو جائے کہ راوی کے کلام پر حدیث کے متن کا گمان ہو جائے۔ یا دو متن جو دو اقسام کے اسنادوں سے مروی ہوں ان کو ایک سند سے روایت کیا جائے۔

موضوع: جو کسی نے خود بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نسبت کی ہو۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں شرح نخبۃ الفکر لابن حجر العسقلانی۔ الحطۃ لنواب صدیق حسن خان اور مقدمہ لسنن الترمذی

۲۷: تذکرۃ المحدثین ۔ ۲۸۰، ۲۹ ۔ ۳۰ ۔ ایضاً

کتابیات

اتحاف النبلاء المتقین ۔ صدیق حسن خان ترمذی

البدایۃ والنہایۃ　ابن کثیر　۲۷۹ھ

بروکلمان　۳ : ۱۹۰

التاج المکلل　نواب صدیق حسن خان

تذکرۃ المحدثین　مولانا ضیاء الدین　ترمذی

تہذیب التہذیب　ابن حجر عسقلانی

دائرہ معارف اسلامیہ　ترمذ، ترمذی

الفہرست　ابن ندیم　۲۳۳

کتاب العبر　الذہبی　۲ : ۶۴

معجم البلدان　حموی　ترمذ

میزان الاعتدال　ابن حجر

وفیات الاعیان　ابن خلکان　۴ : ۲۷۸　ترمذی

الاعلام ۔ خیر الدین الزرکلی ۔ ترمذی

البدر الطالع ۔ محمد بن علی الشوکانی

بستان المحدثین　مولانا عبدالعزیز ۔ ترمذی

تذکرۃ الحفاظ　ذہبی　۶۳۳

ترجمان القرآن　۱۹۸۰ء　ترمذی

الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ ۔ نواب صدیق حسن خان ۔ ترمذی

شذرات الذہب　ابن العماد　۲ : ۱۷۴

کتاب الانساب　السمعانی　بوغی

مرآۃ الجنان　یافعی　۲۷۹ھ

المنتظم　ابن الجوزی　۲۷۹ھ

النجوم الزاہرۃ　تغری بردی　۳ : ۸۱

بقیہ: افکار و اخبار از صفحہ ۵۸

سماجی خدمات میں کوشاں رہے۔ ان کے ہر دو صاحبزادے مولانا عباد الرحمان صاحب اور مولانا مطیع الرحمان صاحب دارالعلوم حقانیہ میں پڑھتے رہے۔ اب فارغ ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہیں۔ ادارہ الحق عباسی خاندان کے اس مرد صالح کے رفع درجات کا متمنی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل | ہمارے والد ماجد حضرت مولانا محمد شاہ صاحب مرحوم ۹، ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ کو انتقال فرما گئے ہیں۔ تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ مولانا عبدالرزاق حقانی۔ جرعہ تنگی چارسدہ